صحابہ کرامؓ سے درگزر کا حکم

تحریر: محقق العصر
جناب مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ
فیصل آباد

صحابہ کرامؓ کے بارے میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فیصلہ ان کی بخشش کا اور ان سے درگزر کرنے کا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان سے درگزر کرنے کا حکم اپنے حبیب محمد رسول اللہ ﷺ کو دیا ہے تو امت کے کسی فرد کو کیا حق ہے کہ وہ ان کے بارے میں لب کشائی کرے، ان کی حسنات کی بجائے ان کی زلات کی تلاش میں رہے اور برسرِ منبر ومحراب یا بذریعہ قلم وقرطاس انہیں رسوا کرنے کی ناپاک جسارت کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے زندگی میں ان کی خطاؤں کے باوجود خود ان سے درگزر کیا بلکہ اپنے امتیوں کو یہ حکم فرمایا: (دعوا لی أصحابی، لا تسبوا أصحابی) [البزار: ۲۹۴/۳] ''میری خاطر میرے صحابہ رضی اللہ عنہم سے درگزر کرو، میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو برا مت کہو۔'' علامہ ہیثمیؒ فرماتے ہیں کہ رجاله رجال الصحیح اس حدیث کے سب راوی بخاری کے ہیں۔ (مجمع الزوائد: ۲۱/۱۰)(احفظونی فی أصحابی) [سنن ابن ماجه، ص: ۱۷۲، رقم: ۲۳۶۳، مسند احمد: ۲٦/۱، ابویعلی: ۱/ ۱۰۲، المختارة: ۹٦-۹۷،الصحیحة: ۴۳۱، ۱۱۱٦) ''لوگو! میری وجہ سے میرے صحابہ کا خیال رکھو، ان کی رعایت کرو۔''

اور بعض روایات میں (احسنوا الی أصحابی) کے الفاظ ہیں کہ ''میرے صحابہ کے ساتھ اچھے طریقے سے پیش آؤ۔'' حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (اذا ذکر أصحابی فأمسکوا، واذا ذکر النجوم فأمسکوا واذا ذکر القدر فأمسکوا) ''کہ میرے صحابہؓ کا ذکر کیا جائے تو خاموش رہو، جب ستاروں کا ذکر کیا جائے تو خاموش رہو اور جب تقدیر کا ذکر کیا جائے تو خاموش رہو۔''

تقدیر پر ہر مسلمان کا ایمان ہے مگر اس میں بحث وتکرار کی ممانعت ہے، ستاروں سے متعلقہ امور اور ان کی تاثیر کے بارے میں بحث وتمحیص منع ہے، اسی طرح صحابہ کرامؓ کے بارے میں لب کشائی، ان پر طعن وتشنیع اور ان کے معاملات میں بحث وتکرار سے بھی رسول اللہ ﷺ نے روک دیا ہے۔

بلکہ صحیح بخاری میں حضرت انسؓ بن مالک اور عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انصار صحابہ کرامؓ کے بارے میں فرمایا: (فاقبلوا من محسنهم و تجاوزوا عن مسیئهم) [صحیح

البخاری: ۳۷۹۹، ۳۸۰۰، ۳۸۰۱، مسلم: ۶۴۲۰] ''کہ ان کے صالحین کی نیکیوں اور خوبیوں کا اعتراف کرو اور ان کے خطا کاروں کی خطاؤں اور لغزشوں سے درگزر کرو۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس روایت کے الفاظ اس طرح ہیں: (أکرموا أکرمهم و تجاوزوا عن مسیئهم)[زوائد البزار رقم: ۲۰۳۸، للحافظ ابن حجر] ''ان کے محترم حضرات کی تکریم کرو اور ان کے خطا کاروں سے درگزر کرو۔''

حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا کہ اس کی سند صحیح ہے۔ان کے خطا کاروں سے درگزر کرنے کا یہ مطلب قطعاً نہیں کہ اگر ان سے کسی کے حقوق کی ادائیگی اور حدود کے معاملات میں کوتاہی ہو جائے تب بھی ان سے درگزر کرو بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ ان کی عملی کوتاہیوں اور کمزوریوں سے درگزر کرو، ان پر طعن و ملامت نہ کرو اور ان کی غلطیوں کا مواخذہ نہ کرو۔انصار صحابہ رضی اللہ عنھم کے بارے میں یہ حکم ایک خاص پس منظر میں مہاجرین صحابہ کرامؓ کو ہوا تھا کیونکہ آئندہ خلافت و سیادت انہی کے حصہ میں آنے والی تھی مگر انصار صحابہؓ کے بارے میں یہ حکم پوری امت کو ہے بلکہ سب صحابہ کرامؓ کے بارے میں ان سے درگزر کرو۔

حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھا تھا کہ حضرت ابوبکرؓ آپ کی خدمت میں اس حالت میں حاضر ہوئے کہ اپنے کپڑوں کا کونا اٹھائے ہوئے اور اپنا گھٹنا ننگا کیے ہوئے تھے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے صاحب (ابوبکرؓ) کسی سے لڑ کر آئے ہیں، انہوں نے سلام کیا اور بیٹھ گئے، پھر کہنے لگے کہ میرے اور عمر بن خطابؓ کے مابین کچھ تکرار ہو گئی تھی میں نے انہیں سخت سست کہہ دیا، پھر میں شرمندہ ہوا اور ان سے معافی چاہی مگر انہوں نے معاف نہیں کیا۔اب میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں (کہ آپؐ ان کو سمجھائیں) یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے تین بار ابوبکرؓ کے حق میں دُعا کی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کرے۔(عمر فاروقؓ کو پتہ چلا کہ ابوبکرؓ کی معافی کیلئے تو رسول اللہ ﷺ نے تین بار دُعا کر دی ہے) پھر عمرؓ شرمندہ ہوئے اور ابوبکرؓ کے گھر گئے، پوچھا ابوبکرؓ ہیں؟ انہیں بتلایا گیا کہ نہیں ہیں، آخر وہ بھی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپؐ کو سلام کیا آپ ﷺ کے چہرۂ انور کا رنگ بدلنے لگا۔ابوبکرؓ ڈر گئے کہ آپؐ عمرؓ پر خفا نہ ہوں، وہ دوزانو ہو کر بیٹھے اور عرض کیا (یا رسول اللہؐ!) اللہ کی قسم! خطا میری ہے، خطا میری ہے، اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ نے مجھے نبی بنا کر تمہاری طرف بھیجا لیکن تم نے مجھے جھوٹا کہا اور ابوبکرؓ نے مجھے سچا کہا اور اپنے مال و جان سے میری خدمت کی۔(فهل انتم تارکو لی صاحبی) [صحیح البخاری: ۳۶۶۱، ۱۸/۷

مع الفتح] ''کیاتم میری خاطر میرے دوست کوستانا چھوڑتے ہو یا نہیں۔''

یہاں بھی حضرت ابوبکرؓ کے بارے میں آپ ﷺ نے ایک پس منظر میں یہ بات فرمائی، جبکہ یہ حکم سب صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے بارے میں ہے کہ ان سے درگزر کرو اور انہیں برامت کہو بلکہ آپؐ تو اپنے کسی صحابی کی شکایت سننا بھی گوارا نہیں کرتے تھے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (لا یبلغنی احد من أصحابی عن أحد شیئا فانی أحب ان اخرج الیکم و انا سلیم الصدر)[سنن أبی داود مع العون: ٤/٤١٥، جامع الترمذی مع التحفة: ٤/٣٦٧، مسند احمد: ١/٣٩٢ وغیرہ] ترجمہ: ''کہ کوئی بھی مجھ سے میرے کسی صحابی کی شکایت نہ کرے، میں چاہتا ہوں کہ میں تمہاری طرف نکلوں اور میرا دل صاف ہو۔''

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مومنین سابقین کے بارے میں بخشش ومغفرت کی دعا کرنے والوں کی تحسین وتعریف کی ہے، چنانچہ سورۃ الحشر میں اللہ تعالیٰ نے مالِ فے کے بارے میں فرمایا ہے کہ اس کے حقدار مہاجرین وانصار ہیں اور وہ بھی حق دار ہیں جو ان کے بعد ہوئے اور وہ اپنے سے پہلے ایمانداروں کیلئے بخشش کی دُعا کرتے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالَّذِیۡنَ جَآءُ وۡ مِن بَعۡدِهِمۡ یَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَا اغۡفِرۡلَنَا وَ لِاِخۡوَانِنَا الَّذِیۡنَ سَبَقُوۡنَا بِالۡاِیۡمَانِ وَ لَا تَجۡعَلۡ فِیۡ قُلُوۡبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیۡنَ آمَنُوۡا رَبَّنَا اِنَّکَ رَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ﴾[الحشر:10]

ترجمہ: ''اور جو، ان (مہاجرین وانصار کے بعد آئے وہ کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان سب بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں اور ہمارے دلوں میں اہل ایمان کیلئے کوئی بغض نہ رکھ، اے ہمارے رب! بے شک تو بڑا مہربان اور رحیم ہے۔''

گویا مالِ فے کے تین حق دار ہیں:

ا۔ مہاجرین ۲۔ انصار ۳۔ وہ ایمان دار جو، ان کیلئے بخشش کی دُعا کرتے ہیں۔

شیخ الاسلام ابنِ تیمیہؒ نے فرمایا کہ مالِ فے تو دراصل مہاجرین وانصار کے جہاد سے حاصل ہوا ہے اور وہ اس کے حق دار ہیں، رہے ان کے بعد آنے والے تو ان کی حیثیت بالکل اسی طرح ہے جیسے وارثین اپنے باپ کی میراث کے حق دار ہوتے ہیں۔ اور وہ، وہ ہیں جو ان کے بعد انہی کے نقش قدم پر چلیں اور اپنے پیش رو ایمانداروں کے بارے میں بخشش کی دُعا کرتے ہیں اور جو ایسے نہیں بلکہ ان کے بارے میں بغض رکھتے ہیں تو وہ اس مالِ فے کے حصہ داروں میں نہیں ہیں۔ (جامع المسائل مجموعة الثالثة:٨٧) امام مالکؒ اور امام احمدؒ کی بھی یہی رائے ہے۔ [احکام القرآن لابن العربی]

اس آیت کریمہ سے مالِ فے کے حق داروں کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوا کہ مہاجرین وانصار کے بعد اہل ایمان اپنے پیش رو ایمانداروں کے بارے میں بخشش کی دُعا کرتے ہیں مگر یہ کیا ستم ظریفی ہے کہ ایمان کے بعض دعوے داران کے بارے میں بغض ونفرت کا اظہار کرتے ہیں اور انہیں سب وشتم کا نشانہ بناتے ہیں۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے بڑی سبق آموز بات فرمائی کہ لوگوں کے تین مراتب ہیں: دو گزر گئے، ایک باقی ہے، پھر انہوں نے سورۃ الحشر کی آیت نمبر (۸) تلاوت کی ﴿للفقراء المهٰجرين﴾ اور فرمایا کہ یہ مہاجرین تھے اور یہ مرتبہ گزر گیا، پھر اس کی آیت نمبر (۹) ﴿والذين تبوأوا الدار﴾ تلاوت کی اور فرمایا یہ انصار ہیں اور یہ مرتبہ بھی گزر چکا، پھر آیت نمبر (۱۰) ﴿والذين جآءُوْ من بعدهم﴾ تلاوت کی اور فرمایا یہ ایک مرتبہ باقی ہے، تم بہت بہتر ہوا گر تم اس باقی رہنے والے مرتبہ میں ہو جاؤ۔ [المستدرک: ۲/ ۴۸۴] امام حاکم نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ (شرح اصول الاعتقاد: ۷/ ۱۲۵۰، ۱۲۵۱] ظاہر ہے کہ یہ اسی صورت میں ہے جب مہاجرین وانصار کے بارے میں بخشش ومغفرت کی دعائیں کی جائیں لیکن اگر اس کے برعکس انہیں سب وشتم کا نشانہ بنایا جائے، ان کے بارے میں بغض وکینہ رکھا جائے تو وہ کس شمار وقطار میں ہوں گے، یہ فیصلہ قارئین کرام کے دین وایمان کا ہے۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: (أمروا أن يستغفروا لأصحاب النبي ﷺ فسبوهم) [صحیح مسلم: ۲/ ٤٢١] ترجمہ: ”حکم تو یہ دیا گیا تھا کہ محمد ﷺ کے صحابہؓ کے بارے میں استغفار کرو مگر لوگوں نے انہیں برا کہنا شروع کر دیا۔“

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہا گیا کہ کچھ لوگ صحابہ کرامؓ حتیٰ کہ ابوبکر وعمرؓ پر بھی حرف گیری کرتے ہیں تو انہوں نے فرمایا: (ما تعجبون من هذا انقطع عنهم العمل فاحب الله ان لا ينقطع عنهم الاجر) [جامع الأصول: ٨/ ٥٥٤، حديث: ٦٣٦٦] ترجمہ: ”تم اس پر تعجب کیوں کرتے ہو؟ صحابہ کرامؓ کے عمل ختم ہو گئے مگر اللہ نے چاہا کہ ان کے اجر کا سلسلہ منقطع نہ ہو۔“

گویا یہ بدنصیب تو صحابہ کرامؓ کو برا کہہ کر اپنی ہی عاقبت برباد کرتے ہیں، اس سے صحابہ کرامؓ کا کچھ نہیں بگڑتا۔ اس کی تائید اس صحیح حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کا مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکوٰۃ کا اجر لے کر آئے گا مگر کسی کو اس نے گالی دی، کسی پر تہمت لگائی، کسی کا مال کھایا، کسی کا خون بہایا اور کسی کو مارا، اس کی نیکیاں انہیں دے دی جائیں گی جب نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو ان کی خطائیں اس بدنصیب پر ڈال دی جائیں گی اور اسے جہنم رسید کر دیا جائے گا۔ [صحیح مسلم: ۲۵۸۱] اس لیے صحابہ کرامؓ

کے بارے میں ہرزہ سرائی اور بدگوئی کرنے والوں کو اس سے عبرت حاصل کرنی چاہیے اور اپنی عاقبت خراب کرنے سے بچنا چاہیے۔ اسی طرح عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں: (لا تسبوا أصحاب محمد ﷺ فان الله عزوجل أمرنا بالاستغفار لهم و هو يعلم انهم سيقتلون) [زوائد فضائل الصحابۃ لابن احمد: ۱/۹۷،۲/۱۱۵۲، اصول اعتقاد اهل السنۃ: ۷/۱۲۴۵-۱۲۵۰، الشریعۃ: ۵/۲۴۹۲، منہاج السنۃ: ۱/۱۵۴، الصارم المسلول: ۳/۱۰۷۲ وغیرہ] ''کہ صحابہ کرامؓ کو برامت کہو، بے شک اللہ تعالیٰ نے یہ جانتے ہوئے کہ عنقریب وہ قتل وقتال میں مبتلا ہوں گے، ہمیں ان کے بارے میں استغفار کا حکم فرمایا ہے۔''

بالکل یہی بات امام ضحاکؒ نے بھی فرمائی ہے۔ (فتح المغیث للسخاوی: ۳/۲۷۴) جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کے بارے میں درگزر کرنے اور ان کی کمزوریوں سے صرفِ نظر کا حکم فرمایا ہے اور ان کے بارے میں بدزبانی و بدکلامی کرنے سے منع کیا ہے بلکہ ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم ان کے بارے میں استغفار کریں۔

انہی نصوص کی بنا پر ہر دور میں ائمہ سلف نے فرمایا ہے کہ صحابہ کرامؓ کے ہمیشہ محاسن ذکر کرنے چاہئیں اور ان کی خطاؤں اور ان کی باہمی رنجشوں، مشاجرات اور خصومات کو بیان کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔

چنانچہ شیخ الاسلام امام ابنِ تیمیہؒ ''العقیدۃ الواسطیہ'' میں اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد و اصول بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: (ومن أصول أهل السنة والجماعة سلامة قلوبهم وألسنتهم لأ صحاب رسول الله ﷺ) ''اہل السنۃ والجماعت کا اصول ہے کہ وہ اپنے دلوں اور اپنی زبانوں کو رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ کے بارے میں محفوظ رکھتے ہیں۔''

امام ابوجعفر طحاویؒ جو امام ابوحنیفہؒ کے عقیدہ وعمل کے ترجمان ہیں، اپنی مشہور کتاب العقیدۃ الطحاویہ میں رقم طراز ہیں: (نحب أصحاب رسول الله ﷺ و لا نفرط فی حب أحد منهم و لا نتبرأ من أحد منهم، و نبغض من يبغضهم و بغير الخير يذكرهم، و لا نذكرهم الابخير، وحبهم دين و ايمان واحسان، و بغضهم كفر و نفاق وطغيان) [شرح العقيدة الطحاوية، ص:٤٦٧]

''ہم رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرامؓ سے محبت کرتے ہیں، ان میں سے کسی ایک کی محبت میں نہ افراط کا شکار ہیں اور نہ ہی کسی سے برأت کا اظہار کرتے ہیں اور جو ان سے بغض رکھتا ہے اور خیر کے علاوہ ان کا ذکر کرتا ہے ہم اس سے بغض رکھتے ہیں اور ہم ان کا ذکر صرف بھلائی سے کرتے ہیں، ان سے محبت دین، ایمان اور احسان ہے

اور ان سے بغض کفر ونفاق اور سرکشی ہے۔''

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ حضرات صحابہ کرامؓ کے مابین ہونے والے مشاجرات کے بارے میں اپنے تبصرہ کے بعد فرماتے ہیں: (واتفق أهل السنة على وجوب الكف عما شجر بينهم والامساك عن مساويهم و اظهار فضائلهم و محاسنهم و تسليم أمرهم الى الله عزوجل على ما كان جرىٰ من اختلاف علي و طلحة والزبير و عائشة و معاوية على ما قدمنا بيانه) ''اہل سنت اس پر متفق ہیں کہ صحابہ کرامؓ کے مشاجرات اور ان کی کمزوریوں پر خاموشی اختیار کرنا، ان کے فضائل اور خوبیوں کو بیان کرنا اور حضرت علی، طلحہ، زبیر، عائشہ اور معاویہ رضی اللہ عنھم کے مابین جو اختلاف ہوا، اسے اللہ کے سپرد کرنا واجب ہے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔'' [الغنیۃ: ۷۹/۱]

شارح صحیح مسلم امام محی الدین النوویؒ فرماتے ہیں: ''اہل سنت اور اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ تمام صحابہ کرامؓ کے بارے میں حسن ظن رکھا جائے، ان کے آپس کے اختلافات میں خاموشی اور ان کی لڑائیوں کی تأویل کی جائے، وہ بلاشبہ مجتہد اور صاحبِ الرائے تھے، معصیت اور نافرمانی ان کا مقصد نہ تھا اور نہ ہی محض دنیا طلبی پیش نظر تھی بلکہ ہر فریق یہ اعتقاد رکھتا تھا کہ وہی حق پر ہے اور دوسرا باغی اور باغی کے ساتھ لڑائی ضروری ہے تاکہ وہ امر الٰہی کی طرف لوٹ آئے، اس اجتہاد میں بعض راہِ صواب پر تھے اور بعض خطا پر، مگر خطا کے باوجود معذور تھے، کیونکہ اس کا سبب اجتہاد تھا اور مجتہد خطا پر بھی گنہگار نہیں ہوتا۔ حضرت علیؓ ان جنگوں میں حق پر تھے اہل سنت کا یہی موقف ہے، یہ معاملات بڑے مشتبہ تھے، یہاں تک کہ صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت حیران و پریشان تھی، وہ جماعت فریقین سے علیحدہ رہی اور قتال میں حصہ نہیں لیا، اگر انہیں صحیح بات کا یقین ہو جاتا تو وہ حضرت علیؓ کی معاونت میں پیچھے نہ رہتے۔ [شرح مسلم للنووی: ۳۹۰/۲، ۲۷۲]

حضرت امام غزالیؒ نے بھی فرمایا ہے: ''اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام صحابہ کرامؓ کا تزکیہ تسلیم کیا جائے، سب کی تعریف کی جائے، جیسے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے ان کی تعریف کی ہے، حضرت معاویہؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان جو کچھ رونما ہوا وہ اجتہاد پر مبنی تھا۔''

بلکہ علامہ ابن حجر المکیؒ نے امام غزالیؒ کے حوالے سے یہ بھی نقل کیا ہے: ''واعظین اور دوسرے لوگوں کیلئے حرام ہے کہ مقتلِ سیدنا حسین اور صحابہ کرامؓ کے مابین ہونے والے جھگڑوں اور اختلافات کو بیان کریں، کیونکہ یہ جسارت صحابہ کرامؓ سے بغض اور ان پر طعن و ملامت کرنے پر انگیختہ کرتی ہے، حالانکہ وہ تو دین کے ستون ہیں، ائمہ

نے ان سے دین روایۃ لیا اور ہم نے ائمہ سے دین درایۃ لیا، لہٰذا ان پر طعن کرنے والا خود مطعون ہے جو اپنے اور اپنے دین میں طعن و ملامت کرتا ہے۔'' [الصواعق المحرقۃ: ۲۲۳] اسی طرح امام ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد اصبھانیؒ المتوفی ۴۳۰ھ رقم طراز ہیں:

(فالا مساك عن ذكر أصحاب رسول الله ﷺ و ذكر زللهم، و نشر محاسنهم و مناقبهم و صرف أمورهم الى أجمل الوجوه من امارات المؤمنين المتبعين لهم باحسان الذين مدحهم الله تعالى فقال: والذين جآءُ و من بعدهم يقولون ربنا اغفرلنا و لا خوانناء مع ما أمر النبى ﷺ باكرام أصحابه و أوصى بحقهم و صيانتهم و اجلالهم) ''صحابہ کرامؓ کی خطاؤں سے خاموش رہنا ان کے محاسن و مناقب بیان کرنا اور ان کے معاملات کی اچھی توجیہ کرنا ان مومنوں کی علامت میں سے ہے جو اخلاص سے ان کی پیروی کرتے ہیں جن کی تعریف اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے کہ جو ان کے بعد ہیں وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے سابقین مومنین کو معاف فرمادیجئے اس کے علاوہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کرامؓ کے اکرام کا حکم دیا ہے اور ان کے حقوق، ان کے تحفظ اور ان کی عظمت کو ملحوظ رکھنے کی وصیت کی ہے۔'' [کتاب الامامۃ والرد علی الرافضۃ، ص: ۳۷۳]

اس سے قبل انہوں نے صحابہ کرامؓ کے باہمی تنازعات اور فقہی اختلافات کے بارے میں مزید فرمایا ہے:

(فلم يختلف أحد من أهل العلم فى كل زمان أن أصحاب رسول الله ﷺ فيما اختلفوا فيه و اجتهدوا فيه من الرأى مأجورون و محمودون و ان كان الحق مع بعضهم دون الكل)

''ہر زمانہ کے اہل علم کے مابین اس میں کوئی اختلاف نہیں ہوا کہ صحابہ کرامؓ کے مابین جو اختلاف ہوا اور انہوں نے اجتہاداً کوئی رائے قائم کی اس میں وہ ماجور و محمود ہیں، اگرچہ تمام حق پر نہ تھے بلکہ حق ان میں سے بعض کے ساتھ تھا۔'' [الامامۃ، ص: ۳۷۰]

ائمہ اہل سنت کی اس نوعیت کی تصریحات کا دائرہ نہایت وسیع ہے، قرنِ اول سے لے کر چودھویں صدی ہجری تک کے تمام محدثین وفقہاء کا یہی فیصلہ ہے اور انہوں نے عقیدہ کے موضوع پر جس قدر بھی کتابیں لکھی ہیں اور ان تمام میں صحابہؓ کے بارے میں یہی عقیدہ رکھنے کی تاکید ہے جسے ہم نے باقاعدہ حوالوں سے اپنی تالیف ''مشاجراتِ صحابہؓ اور سلف کا موقف'' میں تفصیلاً بیان کردیا ہے۔ والحمد لله على ذلك.